UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
**DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018**

# اوجزالمسالک کی روشنی میں حدِ سرقہ سے متعلق احکامات کا تحقیقی جائزہ

# *An Analysis of the Commandments about Retribution for Theft in the Light of Awjazūl Masālīk*

**DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018**

ڈاکٹر اشفاق علی*
فیض اللہ**

**Abstract:**
*In this paper theft liable to Ḥad-e-Saraq'ah-retribution for theft- has been discussed in detail in the light of "Awjazūl Masālīk". This paper also discusses opinions of different schools of thoughts regarding different type of theft and Had-e-Saraqah according to shariah. It has also been made clear that how many kinds of theft laible to "Ḥad", within the terms and condition . The article further discussed some kinds of theft where retribution of theft is not applicable. While mentioning the limit of theft required for imposition of Had-e-Saraqah.*

**Keywords:***Ḥad-e-Saraq'ah, Awjazūl Masālīk, Shari'ah, Imposition*

## سرقہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

صاحب" الہدایہ [1] "کہتے ہیں [2] : لغت میں سرقہ سے مراد کسی شخص سے چھپکے سے کوئی چیز لینا ہے اور "استراق السمع" اسی مفہوم کے زمرے میں آتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "الا من السترق السمع" [3] . ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے، شریعت میں اس کی اوصاف میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے مگر اول تا آخر یہی لغوی معنی مراد ہے یا ابتداء یہی مراد ہے، انتہاء انہیں، جیسے کہ کوئی نقب زنی کر کے مالک سے اس کا مال چھین لیتا ہے اور "در مختار" [4] میں ہے کہ سرقہ لغت میں کسی سے کوئی چیز چھپکے سے اٹھالینا ہے۔ شریعت کی رو سے کوئی بھی ایسی چیز جو ناحق لی جائے خواہ نصاب کے برابر ہو یا نہیں، سرقہ کہلاتا ہے اور اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

صاحب" العناية" کہتے ہیں کہ " أوصاف في الشريعة" سے مراد یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر کسی انسان کا

* لیکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور
** لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈر یلیجس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

مال(جو حرز میں ہو، مقدار نصاب سرقہ کے برابر ہو اور فساد کے پہنچنے کا خدشہ نہ ہو)، بغیر کسی تاویل اور شبہ کے اگر اٹھالیا جاوے تو یہ سرقہ کے زمرے میں آتا ہے۔

موفقؒ کہتے ہیں :

" سرقہ چھپکے سے کسی کا مال لینا ہے اور" استراق السمع"اور"مسارقة النظر"اسی ضمن میں ہے، جب کوئی شخص لوگوں سے چھپ چھپا کے کوئی کام کرے، پس اگر کسی نے مال اچک لیا یا دھوکے سے چھین لیا تو وہ سارق نہیں اور کسی کے نزدیک بھی ایسے شخص کا قطع ید نہیں ہوگا".[5]

" تاہم ایاس بن معاویہ کہتے ہیں کہ: میں مختلس کا قطع کروں گا کیونکہ وہ مال لینے کے عمل کو خفیہ رکھنا چاہتا ہے، پس وہ سارق ہی ہوا۔ جبکہ علمائے امصار میں سے اہل فقہ وفتوی سب اس کے خلاف ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: "خائن اور مختلس پر قطع نہیں ہے"، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ "زبردستی مال لینے والے پر قطع نہیں ہے"۔ یہ دونوں حدیثیں ابو داؤدؒ نے روایت کی ہیں۔[6]

**قطع ید کی شرائط:**

موفقؒ فرماتے ہیں :

"قطع ید کے لیے سات شرائط ہیں، ان میں پہلی شرط یہ ہے: کہ چھپکے سے کوئی چیز اٹھالے، جیسا کہ قریب ہی گزرا۔[7]

دوسری شرط یہ ہے کہ مال مسروقہ کی مالیت قطع کے مستوجب نصاب کے برابر ہو، تمام فقہاء کی نظر میں نصاب سے کم میں قطع ید نہیں ہوگا ماسوائے حسنؒ، داؤدؒ، ابن بنت الشافعیؒ اور خوارج کے جو آیت کو عموم میں لیتے ہوئے نصاب کو معتبر نہیں سمجھتے، مال چاہے نصاب سے کم ہو یا زیادہ قطع ید لازم ہوگا۔ ان حضرات کی دوسری دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے" لعنت بھیجی ہے رسی اور بیضہ چوری کرنے والے پر جس کی سزا میں اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں"، (متفق علیہ)[8]۔

امام مالکؒ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ:" قطع ید نہیں ہوگا مگر ربع دینار یا اس سے زیادہ کی صورت میں"متفق علیہ 9 ، مزید یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع آیت کریمہ کے عموم پر تخصیص ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسی کی قیمت ربع دینار ہو، اسی طرح ہو سکتا ہے کہ لفظ بیضہ سے مراد خود(لوہے کی ٹوپی) ہو، جس کی مالیت کا ربع دینار ہونا بعید از قیاس نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ چوری شدہ چیز مال (اثاثہ) ہو، اگر ایسی چیز چوری ہوگئی، جو مال نہیں جیسے آزاد شخص تو قطع ید نہیں ہوگا، خواہ عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا اور یہی قول امام شافعیؒ، ثوریؒ، ابن منذرؒ اور اصحاب الرائے کا ہے۔ البتہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

حسن، مالکؒ اور اسحاقؒ کہتے ہیں کہ کم عمر آزاد شخص کی چوری (اغوا) کی صورت میں قطع ید ہوگا، کیونکہ وہ غلام سے مشابہ ہے (بے بس ہونے کی بنا پر دونوں کا فرق نہیں کیا جاسکتا)۔ یہ قول ابو الخطابؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ماسوائے مال کے قطع ید نہیں ہوگا۔ جیسے آزاد شخص جو سو رہا ہو۔

اگر کم عمر غلام چوری ہوگیا تو قطع ید لازم ہوگا۔ تمام اہل علم کا یہی موقف ہے۔ ابن منذرؒ کہتے ہیں: اہل علم جن سے ہم نے کسب فیض کیا ہے، سب کا اس پر اجماع ہے مثلاً امام مالکؒ، ثوری، شافعی، اسحاق، ابو حنیفہ، اور امام احمدؒ رحمہم اللہ جمیعا۔ کم عمر آزاد لڑکے کے اغوا (چوری) پر قطع ید اس وقت لازم آئے گا، جب اس کا اور ایک غلام کا فرق نہ کیا جاسکتا ہو۔ اگر زیادہ عمر کا شخص ہو تو قطع ید نہیں ہوگا، البتہ اس صورت میں کہ سونے کی حالت میں اسے کوئی اٹھالے۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ غلام کو اٹھالینے والے (چوری یا اغوا کی نیت سے) کا قطع ید نہیں ہوگا، خواہ مغوی کم عمر ہی کیوں نہ ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ چوری ایسی چیز کی ہو، جو کسی کے حرز (محفوظ جگہ) میں ہو اور چور حرز کو توڑ کر وہ چیز لے جائے۔ ثوری، مالک، شافعی اور اصحاب الرائے میں اکثر اہل علم کا یہی قول ہے، مثلاً اہل علم میں سے کسی کا اس پر اختلاف نہیں ہے سوائے ایک روایت کے جو عائشہ رضی اللہ عنہا، حسن اور نخعی سے منقول ہے، جس کے مطابق اگر مال کو اکٹھا کیا گیا ہو اور حرز سے باہر نہ لے جایا گیا ہو، تب بھی قطع ید ہوگا۔ داؤد سے روایت ہے کہ حرز کی تخصیص معتبر نہیں کیونکہ آیت کریمہ میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور جن سے میں نے سیکھا ہے، ان کے نزدیک یہ اقوال شاذ اور غیر ثابت شدہ ہیں۔ ابن منذر کہتے ہیں کہ اس ضمن میں اہل علم کا کوئی قول یا خبر ثابت نہیں ہے۔ اصل وہ ہے جس پر سب کا اجماع ہے اور اجماع اپنے مخالف پر حجت ہے۔[10]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پھلوں (کی چوری) کی بابت دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "اگر خوشوں کے بغیر اٹھالیا تو اس کی قیمت بھی اس میں شامل ہے، جو مال خزینے سے چوری ہو جائے اور اس کی مالیت ڈھال کے برابر ہو تو قطع ید لازم ہوگا۔[11]

پانچویں، چھٹی اور ساتویں شرط یہ ہے کہ قطع ید صرف اور صرف اس شخص کا ہوگا جو چوری کا مرتکب ہوا ہو اور چوری اس پر ثابت ہو چکی ہو۔ صاحب مال اپنے مال کا تقاضا کر رہا ہو۔ تمام شبہات دور ہوں اور مال جہاں تھا، اس جگہ کا ذکر کر رہا ہو۔

دردیر کہتے ہیں کہ سارق مکلف (چوری کا مرتکب) کا قطع ید ہوگا، خواہ مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔ درجہ ذیل تین چیزوں میں سے کسی بھی چیز کی چوری پر مذکورہ سزا نافذ العمل ہوگی:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

1. کم عمر لڑکے یا لڑکی کے اغوا پر جسے بہلا پھسلا یا جاسکے۔
2. مجنون جسے تحفظ حاصل ہو (کسی کی نگرانی میں ہو جیسے گھر کے لوگ اہل وعیال وغیرہ)۔ اگر مسروق (مغوی) زیادہ عمر کا ہو اور اسے تحفظ حاصل نہ ہو، تو چور کا قطع ید نہیں ہو گا۔
3. مال مسروقہ ربع دینار یا تین درہم ہو یا اس کی مالیت کے برابر مویشی خواہ سدھارے ہوئے ہوں یا نہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ مالیت کا اندازہ درہم سے کیا جائے نہ کہ دینار سے۔[12]

## نصاب مال مسروقہ

نصاب سرقہ (مال مسروقہ کی حد یا قیمت، جو موجب القطع ہو) کی تعیین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام موفق ؒ امام احمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ نصاب کی وہ مقدار جو قطع ید کا موجب بنتی ہے، مختلف ہے۔ ان کے نزدیک اس کی قیمت ربع دینار ہے، جو سونے کا ہو یا تین درہم جو چاندی کے ہوں یا ہر وہ چیز جس کی مالیت تین درہم یا اس کے مساوی ہو۔ مالک اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمدؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر سونے یا چاندی کے علاوہ کوئی ایسی چیز جس کی مالیت ربع دینار یا تین درہم ہو، تو ایسی چیز کی چوری پر قطع ید لازم ہو گا، اس بناء پر ہر دو میں سے کم سے کم قابل غور (معتبر) ہو گا، یا ربع دینار یا تین درہم۔ ان سے یہ بھی روایت ہے کہ اصل تخمینہ تین درہم کا ہے اور دینار ہونے کی صورت میں اس کی قدر معلوم کرنی ہو گی۔ پس اگر ربع دینار کی قدر تین درہم سے کم ہو تو قطع ید نہیں ہو گا۔13

حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ربع دینار سے کم میں قطع ید نہیں ہے۔ فقہاء سبعہ، عمر بن عبد العزیز، اوزاعی اور شافعی کا یہی موقف ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" ربع دینار یا اس سے زیادہ سے کم کی چوری پر قطع ید نہیں ہو گا"[14]

جس نصاب میں قطع ید ہوتا ہے، وہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری ہے، ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار درہم یا اس سے اوپر میں قطع ید ہو گا۔ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے: کہ پانچ درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہو گا[15]، سلیمان بن یسارؒ، ابن ابی لیلیٰؒ اور ابن شبرمہؒ[16] اسی قول کو لیتے ہیں، اور یہ قول حسنؒ سے روایت کیا گیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک ڈھال کی چوری پر قطع ید کا حکم دیا تھا، جس کی مالیت پانچ درہم تھی، عطاءؒ، ابو حنیفہؒ اور دیگر اصحاب کہتے ہیں: کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہو گا۔ اور اس کی دلیل وہ روایت لیتے ہیں جو حجاج بن ارطاۃ[17] نے عمرو بن شعیبؒ سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے (عمرو بن شعیبؒ کے دادا سے) نقل کیا ہے: کہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochirs-v1i2732018

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "دس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہو گا"۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے قطع ید کا حکم دیا، جس نے ایک ڈھال چوری کی تھی، جس کی مالیت ایک دینار یا دس درہم بنتی تھی"، امام نخعیؒ سے یہ روایت منقول ہے کہ چالیس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہو گا۔

احناف اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری کرنے پر قطع ید کا حکم صادر فرمایا تھا، جس کی قیمت تین درہم تھی، متفق علیہ، ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: اس باب کے ضمن میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔

امام زرقانیؒ، حافظ ابن حجر سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"نصاب (جس کی چوری پر سارق کا قطع ید کیا جانا چاہیئے) کی تعیین کے حوالے سے تقریباً بیس (۲۰) مختلف مذاہب ہیں۔ نصاب کا کم یا زیادہ کا معتبر ہونا اس کے قیمتی یا کم قیمت ہونے پر موقوف ہے۔ یہ قول انہوں نے ظواہر، خوارج اور حسن بصری سے روایت کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف بیکار چیز کی صورت میں ایسا ہے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری پر قطع ید ہو گا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو درہم سے زیادہ خواہ تین درہم سے کم مالیت کا مال مسروقہ بھی قطع ید کا موجب بنے گا۔ سونا چاندی کے علاوہ کسی مال غیر مقوم کی صورت میں اس کی مالیت کا اندازہ کیا جائے گا۔[18]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر مال مسروقہ سونا ہو تو ربع دینار معتبر ہو گا اور اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کی مالیت تین درہم بنتی ہے تو قطع ید ہو گا ورنہ نہیں، خواہ نصف دینار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ قول مالک کا ہے جو ان کے اصحاب کے ہاں مشہور ہے اور امام احمدؒ سے بھی نقل کیا گیا ہے، مشہور قول یہ ہے: کہ اگر مال مسروقہ سونا یا چاندی نہیں ہے اور اس کی مالیت ہر دو (ربع دینار یا تین درہم) میں سے کوئی ایک چیز بنتی ہے تو قطع ید ہو گا، یہ بھی روایت ہے کہ ربع دینار اور اس کی قیمت چاندی یا کسی اور چیز سے پوری کی جائے گی، یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔

دردیر کہتے ہیں:

"ربع دینار شرعی یا تین درہم شرعی جو کھرے ہوں یا وہ سامان جس کی قیمت (مالیت) تین درہم بنتی ہو، اس صورت میں قطع ید ہو گا اور سامان کی مالیت (کا اندازہ) درہم میں کیا جائے گا نہ کہ دینار میں۔ مشہور قول یہی ہے۔ پس اگر مال مسروقہ ربع دینار کا ہو اور تین درہم کا نہ ہو تو قطع ید نہیں ہو گا۔ اس قول کے مشہور ہونے کی تاکید علامہ باجیؒ اور عیاض نے کی ہے"۔[19]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

صاحب" ہدایہ" لکھتے ہیں:

"اگر ایک عاقل بالغ شخص نے دس درہم چوری کیے یا ایسی چیز جس کی مالیت دس کھرے درہم ہو تو اس کا قطع ید واجب ہے۔ مالک کے ہاں اس کی مقدار تین درہم ہے، ان کی دلیل وہ روایت ہے، جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال کی چوری پر قطع ید کیا جاتا تھا اور ڈھال کی کم از کم مالیت تین درہم بتائی جاتی تھی۔ (ان کے ہاں کم سے کم مالیت مقرر کرنا اولی ہے)۔ یہ بات الگ ہے کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں: کہ دینار کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بارہ درہم تھی اور تین درہم اس کا ربع بنتا ہیں۔"[20]

احناف کا مذہب یہ ہے کہ زیادہ مالیت (جو موجب القطع ہے) مقرر کرنا اولی ہے تاکہ حد لگنے کی نوبت نہ آئے۔ یہ امر اس لحاظ سے بھی درست معلوم ہوتی ہے کہ مال مسروقہ کی کم از کم مالیت مقرر کرنے میں عدم ارتکاب جرم کا شبہ ہوتا ہے (گویا سارق نے کوئی اتنی بڑی چوری نہیں کی) جو حد کو ساقط کر دیتا ہے۔ اس امر کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے: قطع ید نہیں ہو گا مگر ایک دینار یا دس درہم (کی چوری) میں۔ رہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث کہ "جس چیز کی قیمت دس درہم بنتی ہو" اس میں یہ اشارہ ہے کہ درہم کے علاوہ اگر کوئی اور چیز ہو خواہ سونا ہی کیوں نہ ہو تب بھی اس کی مالیت کا تخمینہ درہم میں کیا جائے گا۔

ابن ہمام کہتے ہیں:

"ان کا یہ قول کہ زیادہ مقدار کا تعین کرنا اولی ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ڈھال کی مالیت ربع دینار یا تین درہم سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ ان کا اشارہ ایمن کی اس حدیث کی طرف ہے جو حاکم[21] نے "مستدرک"[22] میں مجاہد سے اور انھوں نے ایمن سے روایت کی ہے۔ جس میں ایمن فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال کی چوری پر قطع ید ہوا کرتا تھا جس کی مالیت ایک دینار ہوا کرتی تھی۔ راوی اتنی بات ذکر کرنے کے بعد خاموش رہتا ہے۔ ابن الھمام کافی طویل کلام کے بعد کہتے ہیں کہ ایمن صحابی ہے یا تابعی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایمن کے صحابی یا تابعی ہونے میں کافی اختلاف ہے۔ پس اگر صحابی ہے، تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر تابعی ہے تو اس کی حدیث مرسل ہے اور مرسل روایت ہمارے اور دیگر جماہیر علماء کے ہاں قابل گرفت نہیں، بلکہ حجت ہے، جس کو معتبر لینا واجب ہے۔"[23]

صاحب" الہدایہ "نے ان روایات کا احاطہ کرکے ان پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اسی طرح زیلعی نے "نصب الرایہ"[24] اور الحافظ نے "الدرایۃ" میں ان تمام روایات کا ذکر کیا ہے جو اس بات پر دلیل ہیں کہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم ہوا کرتی تھی۔

مالک نافع سے روایت کرتے ہیں:

"عبداللہ بن عمر نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری کرنے پر قطع ید کا حکم دیا تھا، جس کی مالیت تین درہم تھی"۔[25]

دلچسپ بات یہ ہے کہ اکثر رواۃ نے نافع سے (ثمنه) کے ساتھ نقل کیا ہے جبکہ لیث نے نافع سے (قیمته) لفظ کے ساتھ نقل کیا ہے، جس سے یہاں ثمن ہی مراد ہے کیونکہ جس دام پر کسی چیز کو خریدنے میں رغبت دکھائی جائے وہ اس کی قیمت ہوتی ہے۔ یہ اصل میں قیمتہ تھا۔ قاف کے کسرے کے باعث واؤ کو یا سے بدل دیا گیا اور ثمن عقد بیع میں کسی چیز کی مقابل رقم ہوتی ہے اور مجازاً اس کا اطلاق قیمت پر کیا جانے لگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں یہ دونوں (قیمت اور ثمن) آپس میں مترادف الفاظ کے طور پر مستعمل تھے۔ ثمن اور قیمت کا لفظی فرق یا تو راویوں کے گمان کے باعث ہے یا لفظ کے کثیر الاستعمال ہونے کی بناء پر۔ ابن دقیق العیدؒ کہتے ہیں: قیمت اور ثمن دو مختلف چیزیں ہیں اور اعتبار قیمت ہی کو ہے۔ چاندی کے نصاب کو معتبر سمجھتے ہوئے مالک نے اس حدیث سے استدلال پیش کی ہے، جبکہ ان سے اختلاف کرنے والوں (شوافع اور دیگر مذاہب) کا موقف یہ ہے کہ اس روایت کے طرق میں یہ (ثابت) نہیں ہے کہ اس سے کم میں قطع ید نہ ہو گا۔ یہی بات "فتح الباری فی شرح البخاری "26 میں بھی ہے۔ اور بخاری 27 نے مختلف طرق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قطع ید نہیں ہوا کرتا تھا سوائے ڈھال کی چوری پر۔ مالکؒ عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسین المکی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لٹکے ہوئے پھل میں قطع ید نہیں ہے اور نہ اس چیز میں جس کی پہاڑ میں کوئی حفاظت کرتا ہو، مگر جوں ہی اس چیز کو مسکن وماوی ملے جیسے بھیڑ بکریوں کی رہائش گاہ یا وہ جگہ جہاں پھل سکھائے جاتے ہیں تو اس میں قطع ید ہے جب اس کی قیمت ڈھال کی قیمت کو پہنچے۔[28]

حافظؒ "الدرایه "میں فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں پوچھا گیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو اپنے منہ سے ضرورت کی وجہ سے کھائے اور کپڑے میں چھپا کے نہ لے جائے اس پر کچھ نہیں۔ اور جو اس سے کچھ چوری کرے جب کہ اس کو سکھانے کی خاطر ڈالا گیا تھا اور اس کی قیمت ڈھال کی قیمت کو پہنچے تو اس پر قطع ید ہے۔ اس کی تخریج ائمہ اربعہؒ نے کی ہے۔ امام حاکمؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے بھی اس کی تخریج کی ہے مگر اس کو موقوف قرار دیا ہے۔

علامہ باجیؒ فرماتے ہیں:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

"اس سے مراد (واللہ اعلم) یہ ہے کہ پھل درختوں پر ہوں اور چاردیواری وغیرہ میں ہوں۔ مگر جو شخص کسی کے گھر میں موجود کھجور کے درخت سے چرائے اور اس کے پھل کاٹ کے درخت پر لگا دیئے گئے ہوں اور اس کی قیمت ۱/۴ دینار کو پہنچتی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر یہ باغات میں ہوں (باہر لٹکے ہوں) تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس لئے کہ باغات مسکن نہیں ہیں اور حرز بھی نہیں اور خلقی اتصال کے ساتھ متصل بھی نہیں۔[29]

"مصنف عبدالرزاق" میں مروی ہے:

"اگر درخت گھر میں ہے تو گھر مسکن ہے اور حرز بھی ہے، اس میں موجود درختوں اور پھلوں کی چوری پر قطع ید ہو گا۔ مالک سے روایت ہے کہ ایک چور نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ترنج چرایا تو حضرت عثمان نے حکم دیا کہ اس کی قیمت لگائی جائے۔ اس کی قیمت تین درہم لگائی گئی جبکہ 12 درہم ایک دینار کے برابر تھے، تو حضرت عثمان نے اس کا ہاتھ کٹوایا۔[30]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"میرے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دراز نہیں ہوا۔ (یعنی وہ زمانہ اب بھی یاد ہے) میں نہیں بھولی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں "قطع ید 1/4 دینار یا اس سے زیادہ کا ہوا کرتا تھا"۔ [31]

## قماش (کپڑوں) میں چوری کا نصاب

عمرۃ بنت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکہ کی طرف نکلیں اور آپ کے ساتھ آپ کی دو آزاد کردہ لونڈیاں تھیں اور عبد اللہ بن ابی بکر الصدیق کا غلام تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے لونڈیوں کے ساتھ مردوں کی صورت منقش چادر بھیج دی، جس پر سبز ٹکڑا سلا ہوا تھا۔ راویہ کہتی ہے کہ غلام نے چادر لی، اس سے ٹکڑے کی سلائی رفو کی (منقش سلائی والا کپڑا نکال دیا) اور اس کی جگہ اون یا فرو کا ٹکڑا لگا کر سلائی کی۔ جب لونڈیاں مدینہ آئیں اور چادر اپنے مالک کے حوالے کی تو کھول کر دیکھا کہ اس میں اونی کپڑا تھا اور مطلوبہ چادر نہ ملی۔ مالک نے لونڈیوں سے اس بابت دریافت کیا تو انہوں نے عائشہ سے بات کی یا انہیں خط لکھا اور انہوں نے غلام پر تہمت لگائی۔ جب غلام سے پوچھا گیا تو اس نے اقرار کیا۔ حضرت عائشہ نے اس کے بارے میں قطع ید کا حکم دیا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قطع ید ربع دینار یا اس سے زائد میں ہوتا ہے۔[32]

## چوری کی مقدار تین درہم

حضرت مالک فرماتے ہیں:

"مجھے سب سے پسندیدہ مقدار جس میں قطع ید ہوتا ہے، تین دراہم ہیں اگرچہ اس کی قیمت زیادہ یا کم ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے بدلے چور کا ہاتھ کٹوایا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی اور حضرت عثمانؓ نے اس ایک ترنج میں ہاتھ کاٹا جس کی قیمت تین درہم ہوئی یہ میں نے سب سے اچھا سمجھا"۔[33]

## بھگوڑے غلام کا چوری کرنے پر قطع ید

امام موفقؒ فرماتے ہیں:

"چوری وغیرہ میں بھگوڑے غلام کا قطع ید ہوگا، یہ روایت حضرت ابن عمر اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اور یہی قول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی ہے"۔[34] مروان[35] سے بھی ایک ایسی ہی روایت منقول ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

"اس کا قطع نہیں ہوگا کیونکہ اس کا قطع ید اس کے سید کے خلاف قضاء ہے اور قضاء علی الغائب درست نہیں ہے اور ہماری دلیل کتاب اللہ اور سنت کا عموم ہے،" العبد الآبق" مکلف ہے، جس نے حرز سے مقدار نصاب کا سرقہ کیا ہے تو اس کا قطع ید ہوگا جیسا کہ غیر آبق کا حال ہے۔ میں کہتا ہوں: کہ قضاء علی الغائب کا مسئلہ مستقل اختلافی مسئلہ ہے اور آبق کے قطع ید کا مسئلہ الگ مستقل مسئلہ ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اباق قطع کے لئے مانع نہیں، صاحب" المحلی" کہتے ہیں:"شرح السنۃ" میں مذکور ہے کہ جب غلام چوری کرے تو اس کا قطع ید ہوگا خواہ وہ بھگوڑا ہو یا نہ ہو اور یہی قول امام مالکؒ، شافعیؒ اور عام محدثین کا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی قول ہمارے امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے جیسا کہ امام محمدؒ نے اپنے "موطا" میں ذکر کیا ہے۔ لیکن حاکمؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ عبد آبق جب چوری کرے تو اس پر قطع نہیں ہے اور نہ ہی ذمی پر قطع ہے۔"[36]

امام محمدؒ نے اپنے "موطا" میں اسی عنوان پر ترجمۃ الباب قائم کیا ہے "باب العبد یأبق ثم یسرق" (باب: جب غلام بھگوڑا ہو جائے پھر چوری کرے) کہتے ہیں: عبد آبق یا غیر آبق جب چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا مگر سارق کا ہاتھ صرف حاکم وقت ہی کٹوائے گا جو فیصلہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ حد ہے اور حد صرف امام یا امام جس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

کو والی مقرر کرے وہی قائم کرتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔[37]

**بھاگے ہوئے غلام کا چوری کرنا**

مالک عن نافع سے روایت ہے:

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام بھگوڑا ہو کر چوری کا مرتکب ہوا، تو آپ نے اسے سعید بن العاص کی طرف بھیجا، جو مدینہ کے والی تھے تا کہ اس کا ہاتھ کٹوائے تو سعید نے اس کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کیا اور فرمایا: بھگوڑا غلام جب چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ اس پر عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں: اللہ کی کونسی کتاب میں تم نے یہ حکم پایا؟ اس پر عبد اللہ بن عمر نے قطع کا حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔[38]

شاید حضرت ابن عمر کا مسلک یہ ہو کہ مالک کو اپنے غلام پر حد سرقہ جاری کرنے کا حق حاصل ہے جیسا کہ شوافع کے ہاں ہے۔ ورنہ پہلے گزر چکا ہے کہ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے راجح قول کے مطابق مالک کو اپنے غلام پر حد سرقہ جاری کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، یہ حق صرف حاکم وقت کو حاصل ہے۔ احناف کے ہاں مالک کو اپنے غلام پر حد سرقہ جاری کرنے کا حق بالکل حاصل نہیں ہے۔ اور اسی کو امام محمدؒ نے اختیار کیا ہے۔

**کتاب اللہ میں چوری کی سزا**

مالک روایت کرتے ہیں:

"زریق بن حکیم نے ایک بھگوڑا غلام لیا، جس نے چوری کی تھی تو میرے اوپر اس کا معاملہ مشکل ہوا۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز کو جو ان دنوں گورنر تھے، اس بارے لکھا تا کہ آپ سے پوچھوں اور ان کو خبر دی کہ میں نے سنا تھا کہ جب غلام چوری کرے اور وہ بھگوڑا ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ عمر بن عبد العزیز میرے خط کا جواب دیا کرتے تھے۔ آپ نے لکھا کہ تم نے یہ سن رکھا ہے کہ جب بھگوڑا غلام چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جبکہ اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "**السارق والسارقة فاقطعوا أيدهما جزاء ا بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم**" اگر اس کی چوری ربع دینار سے زیادہ کو پہنچے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔[39]

مصنف عبد الرزاق میں مذکور ہے کہ:

"قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ اور عروہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے: "جب بھگوڑا غلام اتنی چوری کرلے جس میں قطع ید واجب ہوتا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔[40]

امام مالک فرماتے ہیں:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

"یہ وہ امر ہے جس میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ جب بھگوڑا غلام اتنی چوری کرے جس میں قطع واجب ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ کٹوایا جائے۔ فقہاء نے اس چور کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو بار بار چوری کرتا ہو۔

## قطع ید کی نوعیت

امام موفقؒ کہتے ہیں:

> "اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ پہلی مرتبہ اگر چوری کا ارتکاب کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا، اور یہی ابن مسعود کی قرات ہے(فاقطعوا أيمانهما) اگر اس کو قرات سمجھا جائے ورنہ پھر ابن مسعود کی تفسیر ہو گی۔"[41]

ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں فرمایا:

جب چور چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کلائی سے کاٹ دو۔ صحابہ میں سے کسی کا اس سے اختلاف نہیں ہے اور عقلی دلیل اس کی یہ ہے کہ پکڑنے کی قوت داہنے ہاتھ میں بمقابلہ بائیں ہاتھ میں زیادہ ہوتی ہے تو اسی سے ابتداء کرنا سزا کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے اور جب دوسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، یہ قول عطاءؒ کے علاوہ ایک جماعت سے منقول ہے۔ عطاء سے بایاں ہاتھ کاٹنے کی روایت بھی مذکور ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا حکم ہے "فاقطعوا أيديهما" یعنی کٹنے میں ہاتھ کا ذکر ہے پاؤں کا نہیں اور ہاتھ چوری کا آلہ بھی ہے۔ اور یہی قول ربیعہ اور داؤد سے روایت ہے جو کہ شاذ ہے اور جس کی صحابہ اور تابعین ومن بعدهم میں سے فقہاء کی ایک بڑی جماعت مخالفت کرتی ہے۔ اور یہی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اگر پھر چوری کرے بعد اس کے کہ اس کا ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے ہوں تو اس سے کچھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ گرفتار کر دیا جائے گا۔ اور یہی حضرت علیؓ، حسنؒ، شعبیؒ، نخعیؒ، ثوریؒ اور اصحاب الرائے کا قول ہے۔ اور امام احمدؒ سے روایت ہے کہ تیسری بار اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور چوتھی بار اس کا داہنا پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور پانچویں بار اسکو سزا دی جائے گی اور گرفتار کر دیا جائے گا۔ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایسے آدمی کا ہاتھ کٹوایا تھا جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں پہلے سے کٹے ہوئے تھے۔ اور یہی امام مالک، شافعی، ابو ثور اور ابن المنذر رحمهم الله کا قول ہے اور حضرت عثمانؓ، عمرو ابن العاص اور عمر بن عبد العزیز سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہیں۔

امام موفقؒ فرماتے ہیں:

اگر زوجین میں سے ایک نے دوسرے سے چوری کی اگر وہ جگہ اس کے لئے حرز نہ ہو تو اس میں قطع نہیں اور اگر ایسی جگہ سے چوری کی ہو، جو اس کے لئے حرز ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں: ان میں ایک یہ ہے کہ اس پر قطع نہیں اور یہی ابو بکر کا اختیار کردہ قول ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ اس مذہب کی بنیاد حضرت عمر کا قول ہے کہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

جب عبد اللہ بن عمرو بن حضرمی نے ان سے کہا کہ میرے غلام نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے تو آپ فرماتے ہیں: اس کو چھوڑ دو، اس پر قطع نہیں ہے۔ جب اس کے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، اس کے مال کی چوری کی وجہ سے تو شوہر کا بطریق اولی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک ایک دوسرے کا وارث ہوتا ہے اور ایک کی گواہی دوسرے کی گواہی دوسرے کے لئے مقبول نہیں ہوتی اور ایک کے لئے دوسرے کے مال میں عادتاً گنجائش ہوتی ہے تو مشابہت پیدا ہوگئی والد اور اولاد کے ساتھ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہی امام مالکؒ، ابو ثور اور ابن المنذر کا قول ہے اور یہی خرقی کے کلام کا ظاہر ہے کیونکہ آیت میں عموم ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس نے مال محرز سے چوری کی ہے، جس میں اس کے لئے کوئی شبہ نہیں تو زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے حق میں اجنبی ہوا۔ اور امام شافعیؒ کے ان دو روایتوں کی مطابق دو اقوال ہیں۔ آپ کا تیسرا قول یہ ہے کہ شوہر کا بیوی کے مال سے چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اس لئے کہ شوہر کا بیوی کے مال میں کوئی حق نہیں اور عورت کا ہاتھ شوہر کے مال میں سے چوری کرنے پر نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ عورت کے نفقہ کا مال شوہر کے مال میں موجود ہے پس اشتراک ثابت ہوا۔[42]

## جن چیزوں کی چوری میں قطع ید نہیں

یحیی بن سعید سے مروی ہے کہ ایک غلام نے ایک شخص کی زمین سے کھجور کا چھوٹا پودا چرایا اور اسے اپنے مالک کی زمین میں لگا دیا۔ پودے کا مالک پودا ڈھونڈنے نکلا تو اسے مل گیا اور مروان بن حکم کے پاس جا کر غلام پر دعوی کیا تو مروان نے غلام کو قید کر لیا اور اس کا قطع ید کا ارادہ کیا۔ غلام کا مالک رافع بن خدیج کے پاس گیا اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے: پھل اور کھجور کے گوند (کی چوری میں) قطع نہیں ہے۔ اور کثر (گوند) جمار (چربی کو کہتے ہیں جو کھجور سے حاصل کی جاتی ہے)۔ اس شخص (غلام کے مالک) نے کہا کہ مروان نے میرا غلام پکڑا ہے اور وہ اس کا قطع ید کرنے والا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ جا کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنا دیں جو آپ نے سنی ہے۔ رافع اس شخص کے ساتھ مروان کے پاس چلا گیا اور کہا: آپ نے اس شخص کا غلام پکڑا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ رافع نے کہا: آپ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والے ہیں؟ مروان نے کہا: میں نے اس کے قطع ید کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اس پر رافع نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پھل اور کثر (گوند) کی چوری پر قطع نہیں ہے۔ تو اس پر مروان نے غلام کی رہائی کا حکم دیا اور اسے رہا کر دیا گیا[43]۔

امام مالکؒ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے کوئی چیز عاریتاً لی ہو اور اس کا انکار کرتا ہو تو اس پر قطع نہیں بلکہ اس کی مثال ایسے شخص کی طرح ہے، جس کا کسی آدمی پر قرض ہو اور وہ اس کا انکار کرلے تو اس پر اس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

مال کے حق میں قطع نہیں، جس کا وہ انکار کر رہا ہے کیونکہ وہ چور نہیں ہے(**وإنما مثل ذلک مثل رجل کان له علی رجل دین فیجحده ذلک فلیس علیه فیما جحده قطع**) اور اس پر بالاجماع قطع نہیں ہے۔علامہ باجیؒ کہتے ہیں: یہ جو کہا کہ مستعیر پر عاریت کے انکار سے قطع نہیں یہ امام احمدؒ کے اس قول کے خلاف ہے جس میں ہے کی اس پر قطع ہے اور ہمارے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ وہ مؤتمن ہے تو اپنے انکار کی وجہ سے اس کا قطع نہیں ہو گا جیسے مودع پر قطع نہیں ہے۔

امام موفقؒ کہتے ہیں:

"مستعار چیز سے انکار کے بارے میں امام احمدؒ سے مختلف روایات منقول ہیں۔ آپ سے ایک روایت یہ نقل ہے کہ اس پر قطع ہے اور یہی قول اسحاق کا بھی ہے ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر قطع نہیں ہے اور یہی قول خرقی، ابو الخطاب اور عام فقہاء کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے: "کہ خائن پر قطع نہیں"، یہی ان شاءاللہ صحیح ہے"۔ [44]

یحیی بن سعید سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں:

" مجھے محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ اس نے ایک نبطی پکڑا جس نے لوہے کی انگوٹھیاں چرائی تھیں،اس کو گرفتار کیا تا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دے تو میں نے ابو بکر بن محمد[45] کی طرف اس کی آزاد کردہ باندی عمرۃ بنت عبدالرحمن کو بھیجا، جس کو امیۃ کہا جاتا تھا۔ ابو بکر کہتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئیں اور میں لوگوں کے بیچ میں تھا۔(اس باندی) نے کہا: تیری خالہ عمرۃ تجھے کہتی ہے کہ اے میرے بھانجے !تو نے ایک معمولی رقم میں ایک نبطی کو پکڑا ہے اور اس کا قطع ید کا ارادہ کیا ہے! تو میں نے کہا جی ہاں۔ پھر اس نے کہا کہ عمرۃ تجھے کہتی ہے کہ چوتھائی یا اس سے زیادہ دینار ہی میں قطع ہوتا ہے۔ابو بکر پھر فرماتے ہیں کہ میں نے نبطی کو چھوڑ دیا۔ [46]

علامہ باجیؒ فرماتے ہیں:

"احتمال ہے کہ ابو بکر نے وجوب قطع کا اعتقاد کیا ہو اور علماء امصار سے فتوی طلب کیا ہو اور کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے تک اس کو قید کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس کی چوری کی گئی ہو، اس کے حاضر ہونے تک اس نبطی کو قید میں رکھا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا جیل بھیجا جانا اس وقت کی سختی کی بناء پر اس کو حبس میں رکھا ہو تا کہ تمام موانع جیسے موسم کی سردی یا مرض وغیرہ زائل ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں: کہ میرے ہاں ظاہر یہ ہے کہ ابو بکر نے عمرۃ سے باندی کے بلاواسطہ سماع کیا ہے، اس لئے کہ کتب حدیث میں یہ روایت **"عن أبی بکر عن عمرة عن عائشة"** کی سند کے ساتھ مرفوعا ذکر ہے ، اور محدثین نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ اس روایت میں ابو بکر اور عمرۃ کے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

درمیان انقطاع ہے وپس یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے عمرۃ سے ہی سنا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن الحضرمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا ایک غلام لے کر آیا اور آپ سے کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دو، اس نے چوری کی ہے تو حضرت عمر فرماتے ہیں کہ کیا چرایا ہے؟ تو اس نے کہا: اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا، جس کی قیمت اسی (80) درہم ہے تو حضرت عمر فرماتے ہیں اس کو چھوڑ دو، اس پر قطع نہیں ہے، تیرے خادم نے تیرا سامان چرایا ہے۔[47] چونکہ نصاب اور حرز کی پہچان بھی ضروری تھی۔ اور ابن المواز نے مالک سے روایت کیا ہے کہ غلام جب اپنے مولا کی بیوی کے سامان سے چوری کرے، ایسے گھر سے جہاں اسے داخل ہونے کی اجازت ہو تو اس پر قطع ید نہیں ہے اور اگر اس نے ایسے گھر سے چوری کی جس میں اس کو داخل ہونے کی اجازت نہ ہو، تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔[48]

یہ حکم امام مالکؒ کے مسلک کی بنیاد پر ہے کیونکہ آپ مالک (آقا) کے مال اور اس کی بیوی کے مال میں فرق کرتے ہیں جبکہ حنفیہ وغیرہ کے ہاں دونوں میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ پہلے باب میں ان مسائل کے بیان میں گزر چکا، جن کی تفصیل امام مالکؒ نے غلام اور باندی کی سرقہ میں کی ہے۔ امام محمد اپنی "موطا" میں باب کے اثر کے بعد فرماتے ہیں:

"جس شخص کا غلام اپنے ذی رحم محرم سے یا اپنے مولا سے یا مولا کی بیوی سے یا اپنی مولاۃ (مالکن) کے شوہر سے چوری کرے تو اس پر چوری کی پاداش میں قطع ید نہیں ہو گا اور اس صورت میں اس پر قطع ید کیسے ہو سکتا ہے جب وہ اپنی بہن، اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ سے چوری کرے اور یہ غلام اپاہج یا صغر سنی کے باعث خود محتاج ہو، یا وہ خود محتاج ہو اور اسے ذی رحم محرم کے نفقے پر مجبور کیا گیا ہو اور اس صورت میں اس ذی رحم محرم کا اس عبد کے مال میں حصہ ہے (فکان لهم في ماله نصیب) تو کیسے اس شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا، جس کے مال میں اس شخص کا حصہ ہو، جس سے اس نے چوری کی ہے، اور یہ امام ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔[49]

## حواشی وحوالہ جات

1۔ آپ کا سلسلہ نسب علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی، المرغینانی، أبوالحسن، برهان الدین مذکور ہے، اکابر فقہاء احناف میں سے ہیں، آپؒ کی نسبت مرغینان کی طرف ہے جو فرغانہ کے مضافات میں ہے، آپؒ حافظ، مفسر، محقق، مجتہد اور ادیب ہیں، آپؒ کی بعض تصانیف: بدایة المبتدی، الهدایة، منتقی الفروع، الفرائض، مناسک حج اور مختارات النوازل وغیرہ ہیں، ۵۹۳ ہجری میں آپؒ کی وفات ہوئی۔ (سیر أعلام النبلاء ۲۱ / ۲۳۲۔ تاج التراجم ۱/۲۰۶۔ معجم المؤلفین: ۷/ ۴۵)

2. علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی، المرغینانی أبوالحسن، برهان الدین، الهدایة: ۳۶۲/۱

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

3. الحجر:١٨

4. در مختار۲۵۲/۴

5. المغني لابن قدامة، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة، المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: ٦٢٠هـ)، الناشر: مكتبة القاهرة، ٤١٦/١٢

6. سنن أبي داود، أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، المكتبة العصرية، صيدا ، بيروت ٤٥٠/٢

7. المغني: ٤١٦/١٢

8. صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة ١٩٨/٨

9. أيضا

10. المغنی:۴۲۶/۱۲

11. سنن أبو داؤد، رقم الحديث: ۴۳۹، ابن ماجة، رقم الحديث: ٢٥٩٦

12. الشرح الكبير: ۳۳۲/۴

13. المغنی: ۴۱۸/۱۲

14. صحيح البخاری، ٦٧٧٩

15. سنن الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني (المتوفى: ٣٨٥هـ)، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان،٣/١٨٦۔البیهقی: ٨/٢٦٢

16. ابن شبرمه، عبد الله بن شبرمه بن طفيل بن حسان، أبو شبرمه الضبی ہیں، اہل کوفہ میں سے ہیں، ۷۲ ہجری میں پیدا ہوئے، ثقہ اور فقیہ ہیں، سواد کے قاضی رہے، امام احمد بن حنبلؒ اور ابو حاتمؒ نے آپؒ کی توثیق کی ہے، حضرت انسؓ اور تابعینؒ سے آپؒ نے روایت کی ہے، اور آپؒ سے روایت کرنے والے عبد الملک، سعید، ابن مبارک اور دیگر اہلِ علم ہیں، ۱۴۴ ہجری میں آپؒ کی وفات ہوئی۔(الثقات لابن حبان: ٧/٥، سير أعلام النبلاء ٦/٣٤٨۔تقريب التهذيب: ٢ / ٣٠٧)

17. حجاج بن أرطاة بن ثور النخعي ہیں، اہل کوفہ میں سے ہیں، آپ کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا ہے، بصرہ کے عہدہ قضاء پر فائز رہے، امام احمدؒ فرماتے ہیں: کہ آپ حفاظ میں سے ہیں، ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ جب "حدثنا" کے ساتھ روایت کرتا ہے تو ان کے صدق اور حفظ پر شک نہیں کرنا چاہیے، ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ صدوق ہے لیکن ضعفاء سے تدلیس کرتا ہے، ابن معینؒ اور نسائی فرماتے ہیں کہ صدوق ہے لیکن قوی نہیں ہے، عمرو بن شعیبؒ سے تدلیس کرتا ہے، علی ابن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج بن ارطاۃ کو عمداً ترک کیا ہے اور میں ان سے کبھی حدیث نہیں لکھوں گا، ۱۴۵ ہجری میں خراسان یا "رے" ، میں آپؒ کی وفات ہوئی۔(التاریخ الكبير۲/۳۷۸، تاريخ بغداد، ٨ /٢٣٠۔ ميزان الاعتدال١ / ٤٥٨، تهذيب التهذيب: ٢ / ١٧٢)

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018

18. شرح الزرقاني، محمد بن عبد الباقي بن يوسف الزرقاني المصري الأزهري، تحقيق: طه عبد الرؤوف سعد، الناشر: مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة ۴/۱۵۶

19 . الشرح الكبير: ۴/۳۳۴

20 . الهداية: ۱/۳۶۲

21 . آپ حاکم ،محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی، الطھمانی، نیشاپوری، ہیں، حاکم کے نام سے مشہور ہیں، ۳۲۱ ہجری میں نیشاپور میں پیدا ہوئے، اکابر حفاظ حدیث اور مصنفین میں سے ہیں، صحت اور سقم کے اعتبار سے احادیث پر سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، آپؒ کی مشہور تصانیف: المستدرک علی الصحیحین، الإکلیل، المدخل، تراجم الشیوخ و معرفة أصول الحدیث و علومه و کتبه وغیرہ ہیں۔ ۴۰۵ ہجری میں آپؒ کی وفات نیشاپور میں ہوئی۔(تاریخ بغداد ۵/۴۷۳، وفیات الأعیان ۴/۲۸۰)

22 . حاکم، محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی، الطھمانی، نیشاپوری، أبو عبد الله، المستدرک علی الصحیحین: ۳۷۹/۴

23 . ابن همام، محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود، السیواسی، السکندری، کمال الدین، فتح القدیر فی شرح الهدایة: ۱۲۲/۵

24. نصب الرأية، جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (المتوفى: ۷۶۲هـ)، المحقق: محمد عوامة، الناشر: مؤسسة الريان للطباعة والنشر، بيروت، لبنان ۳/۳۵۵

25. صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب قول الله تعالى السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما، رقم الحديث: ۶۷۹۵، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب نصاب السرقة ونصابها، رقم الحدیث: ۱۶۸۶

26 . فتح الباری: ۱۲/۱۰۵

27 . صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۷۹۲

28. سنن أبوداؤد،کتاب الحدود، باب مالا قطع فيه، رقم الحديث: ۴۳۹۰۔ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۲۸۹۔ سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۹۵۷، سنن ابن ماجة، رقم الحدیث: ۲۵۹۶

29. المنتقی: ۷/۱۵۸

30. مصنف عبد الرزاق، ۱۰/۲۳۷۔ السنن الکبری للبیهقی: ۸/۲۶۰

31. صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب قول الله تعالى: السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما، رقم الحديث: ۶۷۸۹، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، رقم الحدیث: ۱۶۸۴

32. السنن الکبری للبیهقي: ۸/۲۷۶

33. مؤطا، مالك بن أنس، ص: 218، دار صادر بيروت، لبنان، 1990 ء

34 . المغنی: ۱۲/۳۵۰

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
**DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2732018**

35. مروان بن حكم بن أبى العاص بن أمية بن عبد الشمس بن عبد مناف، أبو عبد الملك، اموی خلیفہ ہیں، ۲ہجری میں مکہ میں پیدا ہوئے، طائف میں آپ کی پرورش ہوئی، ۶۵ہجری میں دمشق میں آپ کی وفات بعض کے نزدیک طاعون سے ہوئی اور بعض کے نزدیک بیوی نے قتل کیا۔(أسد الغابة، ۳/۳۔الإصابة: ۶/ ۲۵۷۔ تهذيب التهذيب: ۱۰ / ۸۲)
36. التعليق الممجد على مؤطا محمد، ۳/۷۱
37. أيضا: /۷۱
38. شا فعی، أبو عبدالله، محمد بن ادريس بن عثمان بن شافع، كتاب الأم، ۱۰/۲۴۱، السنن الكبرى للبيهقي: ۸/۲۶۸
39. مصنف عبد الرزاق، ۱۰/۲۴۱، السنن الكبرى للبيهقي: ۸/۲۶۸
40. المسند، المصنف فى الأحاديث و الآثار، ابن ابى شيبة، عبد الله بن محمد بن أبى شيبة العبسى، أبوبكر الكوفى (۲۳۵ھ)، ۱۵۹۵/۴۸۶
41. المغنی: ۱۲/۴۴۰
42. المغنی: ۱۲/۳۶۱
43. سنن أبو داؤد، كتاب الحدود، باب مالاقطع فيه، رقم الحديث: ۴۳۸۸، سنن ترمذى، كتاب الحدود، باب ما جاء لا قطع فى ثمر ولا كثر، رقم الحديث: ۱۴۴۹،سنن نسائى،كتاب قطع السارق، باب مالا قطع فيه، رقم الحديث: ۴۹۶۱، سنن ابن ماجة،كتاب الحدود، باب لا قطع فى ثمر ولا كثر، رقم الحديث: ۲۵۹۳
44. المغنی۱۲/۴۱۶
45. قاضی ابو محمد(المتوفی ۱۲۰ھ) مراد ہے۔
46. موطأ الإمام مالك، مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى: ۱۷۹ھ)، صححه ورقمه وخرج أحاديثه وعلق عليه: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت ،لبنان۲/۸۴۰
47. مصنف عبد الرزاق رقم الحديث: ۱۸۸۶۶، السنن الكبرى للبيهقي: ۸/۲۸۲،۲۸۱
48. المنتقى:۷/۱۸۵
49. التعليق الممجد على مؤطا محمد، ۳/۴۶

**@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).**